اتحادامت میں دینی مدارس کا کردار اور سید ابوالحسن علی ندویؒ کی فکر کا تجزیاتی مطالعہ

The Role of Deeni Madaris in the Unity of the Ummah and Syed Abul Hasan Ali Nadvi's Thought: An Analytical Study

*ڈاکٹر حافظ عتیق الرحمٰن گورچانی

ABSTRACT:

In this article, it has been explained the importance, necessity and usefulness of the unity of the Ummah and its requirements in the light of Qur'an and Sunnah of the Prophet (SAW). Similarly, the causes and the implications of the differences were recorded and their remedies were discussed in the light of the Holy Qur'an, the teachings of the Prophet and the Sayings of the Companions.

The Scholars' role has been highlighted as they proposed a formula for the unity of Ummah by elaborating the style of prophetic da'wah and a way of unity and harmony has also been mentioned.

In this article, an attempt has been made to state that the Muslim Ummah can remain united in spite of their ijtihad, jurisprudential and theological differences, but it requires determination. Let the people of the ummah renounce personal aims and objectives, interests, ignorance and love of wealth and adopt the guiding principles between the Qur'an and Sunnah and join the fight for unity. If Muslims start using all their abilities against the enemies of Islam, disbelief, atheism, heresy and immorality, then they will not get a chance to get entangled in the sub-differences. Move your pen and tongue to achieve this, thanks to which the Muslim Ummah will be able to restore its greatness.

KEYWORDS:

Deeni Madaris, Unity, Syed Abul Hasan Ali Nadvi, Muslim Ummah

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه الطيبين. اما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، واعتصموا بحبل الله جميعا والا تفرقوا، وقال النبي ﷺ لا فضل لعربي على عجمي او كما قال عليه الصلاة والسلام- اما بعد.

* پرنسپل جامعہ اصحاب صفہ، ڈی جی خان

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں پہلے سے موجود مخلوقات اور ان کی اطاعت گزاری و سپردگی کے باوجود انسان کی تخلیق فرمائی اور اس کو جمیع مخلوقات پر اس کو فضیلت عطا کر دی۔ اس کا بنیادی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ ایک ایسی مخلوق کو دنیا میں آباد کرنے کا فیصلہ فرمایا جو اپنے ارادہ و اختیار سے تمام تر سہولت و آسانی اور کثرت نعمتوں کے باوجود دنیا کی چمک کا اسیر ہونے کی بجائے خالص اللہ کی رضا کی خاطر خود کو ہر وقت نافرمانی سے دور رکھے اور اگر کہیں غلطی سرزد ہو بھی جائے تو فوراً اللہ کی طرف صدق دل سے متوجہ ہو کر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کر لے۔

دنیا میں آباد ہونے کے بعد انسان نے بے شمار اختلاف و انتشار اور فساد بپا کرنے کے ساتھ بہت سی بے اعتدالیاں کیں جن سے منع کرنے اور روکنے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے کہ انسانیت کو عہد الست یاد کرائیں اور انسان درست طریق پر گامزن ہو جائے۔ چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

> "چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی وحدت کی بنیاد ڈالی گئی اور اس وحدت کی بنیاد اللہ کی وحدانیت کے عقیدہ، نوع انسانی کی ہمدردی کے جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم و ارادہ پر تھی"۔[1]

آقائے دو عالم ﷺ پر کتاب ہدایت قرآن کریم کو نازل فرمایا جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے رہنما کتاب ہے اس میں اتحاد و اتفاق کی اہمیت اور اس کے اصولوں کو جا بجا بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کا باہمی رشتہ کو بیان فرمایا کہ "يٰٓاَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ "[2] کہ لوگوں کو پیدا کیا گیا مرد و عورت سے اور پھر ان کو قبائل اور گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تا کہ شناوری ہو پائے اور اللہ کے ہاں عزت تو پرہیز گاروں ہی کی ہے۔ اسی طرح حدیث رسول ﷺ بھی ہے کہ "يا أيُّها الناسُ إنَّ ربَّكمْ واحِدٌ ألا لا فضلَ لِعربِيٍّ على عجَمِيٍّ ولا لِعجَمِيٍّ على عربِيٍّ ولا لأحمرَ على أسْودَ ولا لأسودَ على أحمرَ إلَّا بالتَّقوَى"[3] کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی عجمی کو عربی پر بھی کوئی فضیلت نہیں اور اللہ کے یہاں عزت تو صرف اس کو حاصل ہے جو اللہ سے ڈر جائے۔

مقالہ ہذا میں اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت اور مدارس کے مطلوبہ کردار پر گزارشات پیش کی گئی ہیں۔ مقالہ تین مباحث پر مشتمل ہے۔ مبحث اول میں "اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت" کو قرآن کریم اور سیرت طیبہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ مبحث دوم میں "اختلاف کے اسباب و آداب" کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کرنے کے ساتھ سید ابو الحسن علی ندویؒ اور معاصر علماء کی آراء کو پیش کیا گیا ہے اور مبحث سوم میں "اتحاد امت میں مدارس اور اہل مدارس کے کردار"

کو اجاگر کرنے کے لئے قرآن و سنت کے رہنما اصول کے ساتھ سید ابو الحسن علی ندوی اور معاصر علماء کی فکر کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مقالہ کہ آخر میں خلاصہ و سفارشات درج کی گئی ہیں۔

مبحث اول: اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت

فطرت سلیم کا تقاضا ہے کہ انسان میں اتحاد و اتفاق قائم رہے کیونکہ انسان تنے تنہا دنیا میں پر مسرت زندگی بسر کرنے سے عاجز ہے۔ فطرتی طبیعت کے میلان کی جانب ملتفت ہوتا ہے اور دوسرے انسانوں والد، خاوند، اولاد اور استاد اور دوست وغیرہ کے ساتھ حسب درجہ و ضرورت تعلق قائم رکھتا ہے۔ ایسے میں جب دو انسان آپس میں ربط قائم کرتے ہیں تو ان میں اختلاف فکر و نظر کا جمع ہو جانا فطرتی امر ہے اور اختلاف طبیعت و فکر کا پیدا ہونا فی نفسہ بری چیز نہیں ہے تاہم جب یہی اختلاف نزاع و صراع اور پھر فساد پر منتج ہو تو اس کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "واعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"[4]۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔

اتحاد امت اور اتفاق قرآن کی روشنی میں

اللہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ " اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً"[5] بیشک تم ایک امت ہو۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان بھائیوں میں اختلاف واقع ہو جائے تو ان میں صلح کرا دی جائے۔ "وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا "[6] اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مومن کو مومن کا بھائی قرار دیا ہے۔ "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ"[7] اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ آپس میں جھگڑا نہ کرو اس کی نحوست سے تم پسپا ہو جاؤ گے اور دشمن تم سے بے خوف ہو جائے گا۔ "وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ"[8] اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اختلاف ذات و قوم سے بالاتر ہونے کی تلقین کی ہے کہ سبھی کلمہ اسلام پڑھنے والے مسلمان ہیں لہذا کوئی بھی دوسری پہچان نا قابل قبول ہے " هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ"[9] اسی طرح قرآن کریم میں نیکی اور بھلائی کے کاموں میں باہم مدد کا حکم دیا گیا ہے جبکہ گناہ و برائی کے امور میں تعاون سے منع فرمایا گیا ہے۔ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[10]۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ وقت یاد کریں جب تم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اب تم کو باہم بھائی بنا دیا گیا ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْكُنْتُمْ أَعْدَاء فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا۔ [11]

اتحاد و اتفاق احادیث کی روشنی میں

سرور کونین پیغمبر ﷺ کے متعدد فرامین ہیں کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں، "كلكم بني آدم" اور رسول رحمت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ

نے فرمایاہے کہ جو کوئی دوسرے پر قوم قبیلہ کی بنیاد پر فخر کرے تو اس کو یہ جواب دو "مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعِضُّوهُ، وَلَا تَكْنُوا"[12]۔ ایک بار ایک صحابی کو فرمایا جنہوں نے دوسرے صحابی کو کہا تھا کہ تم تو حبشی ماں کے بیٹے ہو۔ اس واقعہ کا علم آپؐ کو ہوا تو آپؐ نے فرمایا "إنكَ امرؤٌ فيكَ جاهلية"[13]

حضرت معاذؓ کو رسول اللہؐ نے یمن روانہ فرمایا تو فرمایا کہ "نرمی کرنا، سختی نہ کرنا، خوش خبری سنانا، متنفر نہ کرنا، مل جل کر رہنا، باہمی اختلاف سے بچنا"[14]

صحابہ کرام کہ یہاں اتحاد و اتفاق کی اس قدر اہمیت تھی کہ اگر علمی مسئلہ پر بھی اختلاف ہوا تو اس کو ناپسند کیا گیا کہ اس میں وقت ضائع ہونے پائے۔ ایک موقع پر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ آپس میں ایک معاملہ پر جھگڑا کر رہے تھے تو حضرت عمر فاروقؓ نے دونوں اصحاب کو اختلاف میں الجھنے سے منع فرمایا اور دونوں کے درمیان مسئلہ حل فرمانے کے بعد فرمایا کہ اگر میں نے دوبارہ کسی کو اس طرح جھگڑتے دیکھا تو اس کی سرزنش کروں گا۔[15]

انسانی معاشرہ کو باہم معاون و مددگار ہونا چاہیے۔ ایک موقع پر آنحضرتؐ نے صحابہ کرام کو نصیحت فرمائی کہ "أنصر اخاك ظالماً او مظلوما"[16] صحابہ کرامؓ نے استفسار کیا کہ ظالم کی کس طرح مدد کریں تو نبی رحمتؐ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم کرنے سے روک دو۔

رسول اللہؐ نے فرمایاہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِه وَيَدِه "[17]

حضورؐ نبی اکرم نے مومنوں کی محبت و مودت اور باہم خلوص کو اس طرح بیان فرمایا کہ گویا وہ ایک جسم کی مانند ہیں۔

"مثل المؤمنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكي عضوا تداعي له سائر جسده بالسهر والحمىٰ."[18]

حضورؐ نے مسلمانوں کے ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کو لازم پکڑیں اور جنت میں اس وقت تک داخلہ ممکن نہ ہو گا تاوقتیکہ مومن ایک دوسرے محبت نہ کرتے ہوں۔ بے جا نفرت و اختلاف سے بچیں۔ " لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا أدلكم على شيء إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم "[19]

رسول اللہؐ نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی فرمایاہے اور ان پر ایک دوسرے کے مال، جان اور عزت کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر ظلم کرنے اور اس کو ذلیل کرنے سے بھی منع فرمایاہے۔ "اَلْمُسْلِمُ أَخُوْ الْمُسلِمِ، لا يظلمهُ وَلَا يخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ. اَلتَّقْوى هَاهُنَا وَيُشِيْرُ إِلى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَي الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ." [20]

مندرجہ بالا مضمون تو ایک جھلک ہے وگرنہ قرآن و سنت میں انسانوں کے باہمی تعلق و فرائض و حقوق اور حسن سلوک و اخلاق کو درجنوں آیات و احادیث میں بیان کیا گیا۔

مبحث دوم: اختلاف کے اسباب و علاج

یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان نے دوسرے انسان کے ساتھ ضرور بالضرور ربط و تعلق قائم رکھنا ہے اس کے بجز اس کی زندگی پر مسرت بسر نہیں ہو سکتی تو یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اختلاف جنس و زبان اور علاقہ، دین و ملت کے اثرات بھی اس پر ضرور مرتب ہوں گے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب لوگ حق پر ہو جائیں یا سب کے سب غلط موقف پر ہوں۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ " وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"[21]

قرآن و احادیث نے شریعت کے جن محکمات اور متشابہات کی وضاحت کر دی ہے اس میں تو کسی کا اختلاف قابل قبول ہی نہیں تاہم جن امور میں راجح اور مرجوح اور افضل و غیر افضل کا احتمال ہو تو ایسے میں انسان اپنی علمی وسعت و دقت نظر کی بنیاد پر رائے قائم کرنے کا مجاز ہے تاہم ایسا ہر گز نہیں وہ انسان اپنے موقف کو حق جانتے ہوئے اپنے مخالف پر طعن و تشنیع یا سب و شتم اور شرک و کفر کے فتوے صادر کرتا رہے۔

> چنانچہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ "اس امت کے ابتدائی چار سو سالوں میں رائج رہا کہ پوری امت اسلام کے اسس پر متحد رہی اور فقہی و کلامی اور دوسرے مسائل میں اختلاف کی وجہ سے ان میں تشتت و تفریق کی راہ کو اختیار نہیں کیا گیا"[22]

اس قول کی روشنی میں یہ بات کہنا حق بجانب ہے کہ صحابہ کرام و تابعین اور ان کے بعد کے زمانہ کے لوگوں میں اختلاف فقہی و کلامی اور سیاسی ضرور پیدا ہوئے مگر یہ اختلافات امت میں تفرقہ و توڑ کا سبب نہ بن سکے یہاں تک کہ حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے پیچھے اہل مدینہ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور حضرت علیؓ نے اپنے زمانے میں لڑی جانے والی جنگوں میں دونوں طرف کے شہداء کے جنازے پڑھائے اور مال غنیمت کے طور پر مال و اسلحہ وغیرہ کو لوٹنے سے منع فرمایا۔ اس کا سبب یہی تھا کہ امت میں توڑ پیدا نہ ہونے پائے اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین اختلافات سے رومیوں نے اسلامی خلافت پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت امیر معاویہؓ نے اس کو رومی کتے کہہ کر مخاطب کیا اور پیغام دیا اگر تم نے لشکر کشی کی تو سب سے پہلے میدان میں میرا مقابلہ کرنا ہو گا۔[23]

اختلافات کے اسباب

وہ اختلافات جو انسانی معاشرہ میں پیدا ہوتے ہیں اس کو تین حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے کہ اول یہ اختلاف جہالت کے سبب پیدا ہوا کہ انسان کو واقفیت ہی نہیں کہ حقیقت حال اور مقتضا بات کیا ہے بغیر سوچے سمجھے اور جانے اس پر رد

عمل ظاہر کر دیا جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جب کبھی کوئی فاسق خبر پہنچائے تو اس پر رد عمل دینے سے قبل اس کی تحقیق کر لو مبادا غلط خبر پر کسی کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر بعد میں پچھتاتے رہو۔ "یاایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ"[24]

عالم و جاہل کے مابین فرق کو واضح فرمایا ہے اور عالم کی فضیلت کو بھی بیان فرمایا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ " قُلْ ھَلْ یَسْتَوِي الَّذِینَ یَعْلَمُونَ وَالَّذِینَ لا یَعْلَمُونَ "[25]کیا صاحب علم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ اور ارشاد خداوندی ہے کہ "إِنَّمَا یَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاء "[26]اللہ سے علم رکھنے والے ہیں ڈرتے ہیں۔ اور ارشاد ربانی ہے کہ "وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ"[27]ان باتوں کو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔[28]

جہالت

اہل علم سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جاہل اپنی جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے ضدی و عناد پسند ہوتا ہے جب محسوس کریں کہ وہ حق کا متلاشی نہیں تو اس سے دوری اختیار کر لی جائے نہ کہ اس کو برا بھلا کہا جائے کہ مبادا وہ خدائے برحق پر زبان کھول دے۔ قرآن کریم میں ارشادی جل وعلا ہے کہ " وَ اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا"[29]اور ارشاد فرمایا کہ"وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِینَ یَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَیَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ"[30]

تعصب

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ انسان تعصب و انانیت کی بنا پر مصر رہے کہ جو کچھ وہ کہہ اور کر رہا ہے یہی ہی حق ہے اس کے علاوہ سب غلط ہے۔ اختلاف تعصب انفرادی اور جماعتی دونوں نوعیت کا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ منافق سے جب کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو وہ مارے غرور کے اس پر ڈٹا رہتا ہے ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔"وَ اِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ"[31]

زندگی میں ایسے مواقع کئی بار پیش آتے ہیں کہ انسان کا اختیار کردہ موقف غلط ثابت ہوتا ہے لیکن وہ اس کو صرف اپنی انا اور عصبیت کی وجہ سے اختیار نہیں کرتا جس کی بدولت معاشرے میں انتشارات و فساد برپا ہو جاتا ہے۔[32]

جبکہ اسلام میں ہمہ جہتی عصبیت کے حاملین کی سخت سرزنش کی ہے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے مگر فی زمانہ تہذیبی و لسانی تعصب اور صوبائی و علاقائی تعصب کے مضمرات کو پاکستانی عوام سے زیادہ کون جانتا ہے کہ عصبیت کی بھینٹ چڑھ کر ملک دولخت ہوا اور پاکستان کا ایک بڑا حصہ بنگلہ دیش میں تبدیل ہو گیا۔ اسلام نے عصبیت کے رویوں کو جاہلیت سے منسوب کیا ہے اور رسول اکرمؐ نے تعصب کو شہ دینے والوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے جیسے حدیث نبویؐ ہے کہ " مَنْ تَعَزَّى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَعِضُّوهُ، وَلَا تَكْنُوا "[33](جو کوئی شخص جاہلیت کا نعرہ لگائے اس کو باپ کی گالی دی جائے اور کنایہ سے کام بھی نہ لیا جائے)۔ ہر فرد مسلم جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بغیر وحی کے کوئی بات ارشاد نہیں فرماتے تھے تو

اس مذکورہ حدیث سے عصبیت کی مذمت کا عنصر کس درجہ نمایاں ہو رہا ہے۔ عصبیت کی آگ نے مسلم حکومتوں ہی نہیں بلکہ انسانی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ کر خاکستر کر دیا۔ علماء کرام مسلم معاشرے میں اس قبیح رسم سے نفرت و بیزاری کا درس علمی و عملی ہر دو اعتبار سے دینا چاہیے۔[34]

مذہبی وسیاسی انتشار

عقائد و فقہ کے باب میں معمولی اختلاف کی وجہ سے مد مقابل دو کانفرنسیں سیرت النبی پر محمد رسول اللہ اور یار سول اللہ الگ الگ کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ایسے میں علماء کرام کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے کردار کو پیش نظر رکھیں کہ انہوں نے اپنے زمانے میں کس طرح مرہٹوں کی بیخ کنی اور دین اکبری کے سدّباب کے لئے بے لوث کردار ادا کیا کہ ان کو اس سے تعلق نہیں رہا کہ مسلم معاشرہ کی فلاح و صلاح کا کام ہو جائے اور اس کا سہرا ان کے سر سج جائے۔[35]

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جماعتی نوعیت کا اختلاف زہر قاتل ہے کہ انسان حق بات کو اختیار کرنے سے اس لئے مجتنب رہتا ہے کہ وہ کہنے والی جماعت اس کی اپنی جماعت نہیں بلکہ دوسری جماعت کے لوگ حق بات ہی کیوں نہ کر رہے ہوں اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔

علماء و تعلیم یافتہ کی تقسیم

تعلیم کو دو حصوں میں بادل ناخواستہ تقسیم کر دیا گیا ہے، دینی و عصری علوم، جس کی بنا پر دونوں کے الگ الگ تعلیمی مراکز بھی قائم کر لیے گئے ہیں، ہر ایک اپنے نصاب کو جامع اور صحیح تصور کرتا ہے جبکہ دوسرے کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے، اسی وجہ سے معاشرہ میں تعلیم یافتہ اور علماء کی الگ حیثیت مختص کر دی گئی ہے اور معاشرہ متحیر ہے کہ اصل میں اس کی زمامِ رہنمائی کس نے سنبھالنی ہے جبکہ علماء کی جانب سے بے دین و ملحد اور فسق و فجور کے لقب سے دنیوی علوم کے فضلا کو پکارا جاتا ہے جبکہ دوسری جانب تاریک خیال، ناواقفیت و اہلہی پن کا طعنہ علماء کو تعلیم یافتہ طبقہ کی جانب سے دیا جاتا ہے جس کی بدولت مسٹر و ملا میں دوری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اسی بنا پر چالیس پچاس سال سے ایک دوسرے سے دونوں طبقوں کو دور ہو چکے ہیں۔[36]

اختلاف مفادات

جاہل انسان سے اگر یہ غلطی سرزد ہو جائے کہ وہ امت میں توڑ کا باعث بن رہا ہے تو بھی یہ عمل ناقابل قبول ہے مگر جب یہی عمل جاہ و مال کی محبت اور حسد و بغض میں گرفتار ہو کر کوئی دیندار انسان یعنی عالم دین یا دین والوں کی نمائندگی کرنے والے سے سرزد ہو جائے تو یہ خطرناک ترین ے سادہ لوح مسلمان تو دین کے متعلق مخلص اور بے لوث ہیں اور دین کی خاطر اپنا تن من دھن لوٹانے کو تیار بھی مگر معدودے چند لوگ دین کا نام لیکر اور دین کا لبادہ اوڑھ کر عوام کی سادہ لوحی

کو دھوکہ دیتے ہیں اور مفاد پرستی، عیاری و فن کاری کے ذریعہ سے دین کا مسخ چہرہ بنا کر پیش کرتے ہیں جس میں ان کی ذاتی و جماعتی مفادات وابستہ ہوتی ہیں۔ (37) ضرورت تو اس بات کی ہے کہ اپنی ذات و جماعات کے مفادات کو امت کے مفاد پر قربان کر دیا جائے۔

ہونا تو یہی چاہیے کہ علماء کرام اور دانشور دین کی حقانیت و بالا دستی و غلبہ کے لئے ذاتی و جماعتی اور مسلکی مفادات کو ترک کر دیں۔ دور جدید کے تعلیم یافتہ نوجوان علماء کی زندگیوں کا باریک بینی سے جائزہ لیتے ہیں اور ان کے سامنے اگر علماء باہم دست و گریبان ہونگے تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ نوجوان دین سے متنفر ہو جاتا ہے کہ علماء کے مابین اتحاد و اتفاق نہیں اور وہ دین کے کام کو سرانجام دینے میں خود نمائی کو فوقیت دیتے ہیں تو ان سے خیر و فلاح کی توقع بے سود ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک موقع پر مجلس میں یہ کہہ دیا کہ ایک غزوہ میں ہم شریک ہوئے تو اس میں ہمارے پاؤں پر چھالے پڑ گئے تو پھر ہم نے چیتھڑے پاؤں پر باندھ لیے۔ یہ کہہ کر وہ فوراً حزین و غمگین ہو گئے کہ یہ میں نے کیا کہہ دیا کہیں اللہ تعالیٰ کو یہ جملہ ناپسند ہو گیا تو ساری جدوجہد رائیگاں ہو جائے گی (38)۔ غازی محمد دھرم پال نے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے کہ علماء کرام و مشائخ عظام کو خود نمائی کا اس قدر شوق ہو چلا ہے کہ وہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ان کے حق پرست پر اتنے لوگ مسلمان ہوئے۔ (39)

جمود کو توڑنے والے خود جمود کا شکار

افسوس ناک امر ایک یہ بھی ہے کہ انسانی معاشرہ میں جمود و تنگ مزاجی کے خلاف بہت سے افراد اور تحریکیں منشہ شہود پر آئیں مگر افسوس ان افراد و جماعتوں کے متعلقین خود جمود کا شکار ہو گئے کہ انہوں نے اپنے شیخ و مکتب کی بات کو ہی حق اور منزل من اللہ کا درجہ دیگر دوسرے علماء و مشائخ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (40)

ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ دو علماء کسی ایک مسئلہ میں مختلف رائے قائم کر بیٹھے تو وہ حق بات کو قبول کرنے سے اس لئے محترز رہے کہ ان کے نمازی کیا کہیں گے اور ان کی جماعت کیا کہے گی اس بنیاد پر وہ اپنے غلط موقف پر ڈٹا رہتا ہے۔ یہ اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے بلکہ علماء سوء کا وطیرہ اور شعار ہے۔ علماء کرام کو تو امت کو متحد و متفق رکھنے کی سبیل ہموار کرنی چاہیے نہ کہ ملت اسلامیہ کو شیرازہ بندیوں میں الجھایا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ جو اپنی جان کو رضا الٰہی کے لئے بیچ دے تو اس کو اللہ کی مہربانی حاصل ہوتی ہے۔ (41)

اختلاف کے مضمرات

اختلاف فکر و نظر کے بارے میں صحابہ و تابعین کا طرز عمل قابل تقلید ہے تاہم سنت و بدعت کی تشریح اور اس میں واقع ہونے والے اختلاف کو باریک بینی سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ گروہ بندی و جماعت سے وابستگی اگر اس بنیاد پر ہو کہ اس کے ذریعہ سے اجتہادی مسائل، تعلیمی اور عملی جہود میں آسانی کا سامان تلاش کیا جائے تو یہ اختلاف مذموم نہیں

بلکہ محمود ہو گا تاہم جب گروہ بندی اور جماعت و کسی بزرگ سے وابستگی کا یہ مقصد ہو کہ حق صرف انہین کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے باقی سب باطل تو اس کے سبب جنگ و جدل، سب و شتم اور اپنے مخالف کو کافر و مشرک اور فاسق وغیرہ کہنے کو دین کی خدمت سمجھنا باعث تشویشناک ہے۔ یاد رہنا چاہیے کہ امت کے علماء میں فرعی اور فروعی مسائل کا حل دنیا کی زندگی اور آخرت میں نکالانا ممکن ہے کہ ان مجتہدین کو اللہ تعالیٰ نے دنیامیں قبولیت عطا کی ہے اگر وہ اس میں سے کسی مسئلہ میں غلط بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کی طرح آخرت میں بھی پردہ داری فرمائے گا۔[42]

اسلام پر حملوں سے اعراض

جو احباب امت میں فروعی اور فرعی اختلافات کو شہ دینے میں مصروف عمل ہیں وہ بھول جاتے ہیں کہ امت اسلامیہ پر چہار جانب سے حملہ آور ہے اور ان باہمی اختلاف میں محو ہونے کی بجائے امت کو جوڑنے اور ان کی اصلاح کی سعی کرنی لازم ہے۔ وہ اس امر سے بے پرواہے کہ کون دیوبندی، کون بریلوی، کون سنی یا کون شیعہ یا کون اہلحدیث ہے بلکہ وہ صرف اور صرف مسلمانوں اور اسلام کے خلاف کمربستہ ہیں۔ کہیں کفر و عیسائیت کی پرچار کی صورت میں، کہیں سوشل ازم، سیکولرازم، کیپٹل ازاور کیمونزم کی صورت میں مسلمانوں کے ایمان و اعتقاد کو بگاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے تو کہیں پر اسلام کے نام لیواؤں میں الحاد و نفاق کو پروان چڑھایا جاتاہے کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو فتنوں اور اسلام کی من چاہی تشریح و تفسیر کرنے والے قادیانیوں، پرویزیوں وغیرہ کی سرپرستی اقوام مغرب کھلم کھلا کرتی نظر آتی ہے، اور یہی نہیں فحاشی و عریانیت اور مادپدر آزادی کے جدید سے جدید ذرائع ووسائل پیدا کر کے مسلم نوجوانوں کو کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ فحش و حرام کاموں میں محو ہونے کا سامان بھی کر دیا گیاہے۔ اور پھر خود کلمہ اسلام پڑھنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اسلام صرف عقیدہ و عبادت کا ہی نام نہیں بلکہ معاملات کی درستگی اور اچھے اخلاق بھی نبوت کا ورثہ ہیں ان کو اختیار کرنے کی بجائے نماز و قرآن پڑھنے کے ساتھ دھوکہ دہی، جھوٹ، فریب، سود خوری و رشوت خوری، بہن بیٹیوں کی وراثت سلب کرنا، اور کمزور پر ظلم و جور کرنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔[43]

علماء کے اختلاف کی حقیقت

اختلاف کا پیدا ہونا فطری بات ہے دو یا دو سے زیادہ افراد کہیں پر بھی مجتمع ہوں تو اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ تاہم علماء کرام کے اختلاف کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ چند فقہی و کلامی موضوعات میں ان کے مابین اختلاف جو رونما ہو جاتے ہیں وہ قابل تصفیہ ہیں کہ ان سے متعلق علمی انداز سے گفتگو کی جائے مگر مسئلہ اس وقت باعث تشویش بن جاتا ہے جب عقائد و عبادات اور معاملات و اخلاق کے جمیع مشترکات و متفقات سے اعراض کرتے ہوئے صرف چند اختلافات کے نام پر معاشرہ میں یہ سوچ پروان چڑھادی جائے کہ علماء ہی آپس میں متحارب و مختلف ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں اور یہ کوشش صرف اس لئے کی جاتی ہے تاکہ اسلام کی بین و محکم تعلیمات پر عمل سے راہ فرار اختیار کر لیا جائے۔[44]

دین میں غلو

اسلام کے اصول بنیادی پیغام کی دعوت دینے اور اسلام پر ہونے والے حملوں کو روکنا اور ان کا بروقت محاسبہ کرنا یہ علماء کا فرض ہے۔ فروعی مباحث میں الجھ کر تخریب کاری، عصبیت و غلو کا شکار ہو جانا کسی طور پر دین کی خدمت نہیں۔ رسول اللہؐ نے غلو سے اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے "**ایاکم والغلو فی الدین فانما ھلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین**"(45)

امت کی زوال کا سبب

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے مالٹا کی اسیری کاٹنے کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو انہوں نے طلبہ سے خطاب کیا اور اس میں بیان کیا کہ ہم نے تعلیم و تعلم اور دعوت وارشاد میں اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی انتھک کوشش کی ہے۔ تاہم تمام جدوجہد اور مالٹا کی اسیری کی بعد جو خلاصہ ہمارے سامنے آیا ہے کہ امت روبہ زوال کیوں ہے تو اس کے دو بنیادی اسباب ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے قرآن سے عملاً دوری اختیار کی ہوئی ہے کہ قرآن کے پیغام و دعوت کو نہیں سمجھتے اور دوسرا یہ کہ امت فرقہ پرستی میں مبتلا ہو کر داخلی انتشار و فساد سے دوچار ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کی تعلیم اس کی تفہیم کے ساتھ عام کی جائے اور آپس کے فرعی و فروعی اختلافات کو ضبط میں لایا جائے۔ (46)

خود احتسابی

احتساب کی اہمیت کا بیان قرآن و سنت میں بکثرت موجود ہے۔ مسلم معاشرہ میں جب، علماء کا باہمی اختلاف، علماء کا عوام سے رابطہ منقطع، لوگوں کے دلوں میں مال و زر کی اندھی محبت، معاشرے کی جانب سے اخلاقی صفات سے تہی دامنی، حب جاہ و منصب اور اشاعت اسلام کے فریضہ سے روگردانی اختیار کی تو پھر مدینۃ الزہراء اور قلعہ الحمراء کی تاریخ المناک جنم لیتی ہے، اسی طرح بخارا و سمرقند کی تاریخ بھی عبرت ناک تاریخ سے عبارت ہے۔ یہ تمام صفات رذیلہ اسی وقت پنپتی اور پھلتی و پھولتی ہیں جب معاشرہ میں بالعموم اور علماء میں بالخصوص خود احتسابی کا عمل مفقود ہو جائے۔ (47)

ایثار و قربانی

عصر حاضر میں علماء کرام کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی وضع قطع اور رہن سہن میں تکلف سے اجتناب کریں، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ایثار و قربانی کے جذبہ کو اختیار کرتے ہوئے علمی کلامی مباحث کو عوام الناس کے سامنے بیان کرنے سے احتراز اکریں اور شاہوں کی مجالس سے کنارہ کشی اختیار کرنا بھی علمائے ربانی کی صفات میں سے ایک ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ جلال الدین اکبر کی اسلام سے بے رخی کی بنیادی وجہ اس وقت کے علماء کرام کی خواہشات دنیاوی، باہمی نزاعات، اور دوسروں پر خود کو ترجیح دینے کی کوشش کا بنیادی دخل تھا کہ علماء

مرغوں کی طرح علمی موضوعات پر مباحثہ کیا کرتے تھے۔[48]

مبحث سوم: اتحاد امت میں مدارس اور اہل مدارس کا کردار

اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت اور اختلاف کے اسباب و علاج پر ماسبق میں گفتگو کی جاچکی ہے۔ اس مبحث میں مدارس اور اہل مدارس کا اتحاد امت میں کردار کو بیان کیا جائے گا۔ اس میں شک وشبہ نہیں ہے کہ اسلام دین وحدت ہے اور اسلام نے ہمہ جہتی تفریقات کا خاتمہ فرمادیا ہے۔ فرقہ پرستی و گروہیت مخرب کا تدارک کرنے کا فریضہ مدارس اور اہل مدارس کا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کا سبق معاشرہ کو یہیں سے حاصل ہوتا ہے اگر مدارس و مساجد اور مکاتب سے اتحاد و اتفاق کا پرچار اور تفریق و تقسیم کی حوصلہ شکنی کی جائے گی تو معاشرہ الفت و محبت اور وحدت کی صفات حسنہ سے گل گلزار ہو جائے گا۔ مدارس کی تاریخ دارارقم اور مسجد نبوی کے صفہ چبوترے سے جڑتی ہے، ان ہر دو مقامات سے دین کی دعوت کی پر تاثیری کو دیکھیں تو صحابہ کرام اوس و خزرج اور مہاجر و انصار، رومی و حبشی اور فارسی کی تفریق کو مٹا کر اخوت و بھائی چارگی کی خوبصورت لڑی میں جمع ہو گئے کہ دنیا کو دیکھ کر ان کی محبت پر رشک آتا تھا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جو خود نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے　　کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

مدرسہ نبویؐ کی خصوصیت

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ و مدینہ میں صحابہ کرام کی تعلیم و تربیت کے لیے جو مدرسہ قائم کیا اسی کو مثالی مدرسہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس مدرسہ کی تاسیس ایمان و دعوت دین کے محرک جذبوں اور پختہ عقائد پر کی گئی۔ نبی اکرمؐ نے بزور قوت یا مادی پیشکش کی بجائے صحابہ کرام پر علم کی اہمیت و ضرورت کو واضح کیا۔ حضرت جندب بن عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ

«فتعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن، ثم تعلمنا القرآن فازددنا به إيمانا»[49]

ترجمہ: رسول اللہؐ نے ہمیں پہلے ایمان سکھایا اور پھر ہمیں قرآن کی تعلیم دی جس سے ہمارے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

آپؐ نے صحابہ کے دلوں میں اس قدر بہتر زندگی کی محبت بٹھادی کہ وہ صحابہ یہ سمجھ گئے کہ حقیقی راحت کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنالیں۔

علم کا اظہار اور علماء کی ذمہ داری

علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ کلمہ حق بیان کریں اور امت میں تفریق کی بجائے جوڑ پیدا کرنے کی سعی کریں اور جو کوئی نفرت و بدی کا بیج بوئے اس کے خلاف کلمہ حق کہیں کیونکہ علماء کا فرض ہے کہ وہ علم کو کھل کر بیان کریں۔ احادیث میں علم کو چھپانے والوں کی مذمت میں وارد ہوا ہے کہ

«من سئل عن علم علمه ثم كتمه ألجم يوم القيامة بلجام من نار»[50]

ترجمہ: جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی اور اس نے چھپائی، قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔

ارشاد رسولؐ کا ثمر ہے کہ مدینہ منورہ مکمل طور پر غیر اصطلاحی مدرسہ کا نمونہ بن گیا تھا کہ صحابہ کرام علم کو حاصل کرنے اور اس کی تعلیم دینے میں مشغول و مصروف ہو گئے تھے۔ گویا زندگی کے جمیع شعبہ جات سے وابستگان نے خود کو کسب معاش کی ضرورت کی تکمیل اور عائلی ذمہ داریوں سے وقت نکال کر قصداً تحصیل علم میں مشغول و مصروف تھے۔ (51)

شہادت حق

انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا بار گراں اٹھانے کی وجہ سے علماء کرام کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ بالخصوص اس زمانے میں جب معاشرے کے طبقات کے جذبات و احساسات پر گرد پڑ چکی ہو اور لوگ مادیت پرستی و حیاسوزی کے اسیر ہو چکے ہوں۔ یہ وہ لمحہ ہے جب بڑے لوگ اپنی ذمہ داریوں سے غافل اور تنہا ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ تاہم یہ وہ گھڑی ہے جب علماء کرام اپنی ذمہ داری کا بوجھ اتارتے ہوئے غافل انسانی معاشرے کو راہ حق کی طرف گامزن کرنے کے لئے مصروف عمل ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں اس کو "قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ"[52] (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ) بن کر اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں اور لوگوں کو درس و تدریس اور وعظ اور تذکیر کے ذریعہ سے دنیا کی محبت سے بے نیاز کر کے شریعت اسلامیہ کی اتباع اور رجوع الی اللہ اور اطاعت رسول کی طرف گامزن ہونے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ (53)

علماء اور دعوت دین

انبیاء کرام کے بعد علماء کو یہ کلیدی ذمہ داری ملی ہے کہ سماج سے کفر و شرک، الحاد و لادینیت، بدعات و انحرافات اور غفلت و جہالت کا مقابلہ کرنا ہے اور علماء نے اپنے اس کردار کو برابر وعد و وعید کے باوجود انجام دیا کہ حکمرانوں کی چیرہ دستیوں کا عزم مصمم سے مقابلہ کیا۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد عالی شان ہے کہ "**لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ**"[54]۔ ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر علانیہ قائم رہے گا، کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ ہو گا۔ علماء کرام جہاں پر دین کی دعوت اور نشر و اشاعت کا انتظام کرتے ہیں۔[55]

غلبہ شریعت میں رکاوٹ

شریعت اسلامیہ کے غلبہ میں حائل ایک رکاوٹ بدعت ہے۔ بدعت کے خلاف بھی علماء کو اپنا کردار کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ بدعت کفر و شرک کے بعد سب سے بڑی برائی ہے۔ بدعت ہر اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کا حکم اللہ اور اس

کے پیغمبرؐ نے نہ دیا ہو اور اس کو دین میں شامل کر لیا گیا ہو۔ قرآن کریم میں ارشاد جل وعلا ہے کہ "اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلامَ دِينًا"[56]۔ ترجمہ: میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور اسلام کو بطور دین کے تمہارے لیے پسند کیا۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ بدعتی انسان اصل میں نبی مکرمؐ پر بد اعتمادی کا اظہار کرتا ہے کہ آپؐ نے شریعت کو مکمل طور پر لوگوں تک نہیں پہنچایا جبھی وہ دین میں بدعات کی داغ بیل ڈالتا ہے۔[57] بدعت کی مذمت میں آقائے نامدارؐ نے بھی ارشاد فرمایا تھا کہ

" وَشَرُّالْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ [58]"

ترجمہ: اور بدترین بات دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے، اور ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہو گی۔[59]

تضادات کا خاتمہ

حاملین دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زندگی سے تضادات کا خاتمہ کریں۔ بعض مباحات کے استعمال میں تولیت و لعل سے کام لیا جاتا ہے مگر سوء اتفاق ہے کہ مسلمانوں کو منقسم کرنے اور مسلمانوں کے گروہوں کو بذریعہ چغل خوری، غیبت، الزام تراشی، کذب بیانی سے توڑنے کو معیوب نہیں جانا جاتا۔ یہ کھلا تضاد جو انسان کے ظاہری عمل اور باطنی فریب کے مابین واقع ہے اس کا خاتمہ از حد ضروری ہے۔ لہٰذا انسانی زندگی سے توہین و تحقیر انسانیت، خیانت و چوری اور اپنے منصب کی ذمہ داری کو ادا نہ کرنا، اور سنی سنائی بات کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا مذموم عمل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد جل شانہ ہے" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا "[60] اور اسی طرح حدیث نبویؐ میں بھی ارشاد موجود ہے کہ " كفى بالمرء كذبًا أن يحدّث بكلّ ما سمع "[61]۔ انسان کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ اس کے کان میں پڑے وہ اس کا چرچا کرنا شروع کر دے۔[62]

قناعت کا جوہر

مسلم معاشرے میں علماء کا کردار اہمیت کے حامل ہے۔ علماء و مشائخ کے تاریخ کی ایک جھلک مصنف "تاریخ گجرات "[63] مولانا حکیم سید عبد الحی حسنی ندوی نے کہا ہے کہ

"بزرگان دین کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں اتباع سنت، پیروی شریعت، شب بیداری، قرآن و حدیث سے شغف کے تذکروں کی بجائے ان کی جانب غیر فطری و غیر شرعی عادات اطوار کو منسوب کر دیا گیا ہے کہ ان کا کام اللہ سے تعلق و ربط استوار کرنے کی بجائے خرق عادت چیزوں سے جوڑ دیا گیا ہے کہ وہ کسی کو گراتے ہیں تو کسی کو زندہ کرتے ہیں یا پھر کشتیوں کو

ڈوبتے ہیں جیسی باتیں ان کی طرف منسوب کر کے ان کی علمی و فکری اور روحانی حیثیت کو مشکوک بنادیا گیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بزرگ اہل علم تھے، ان کو قرآن و حدیث سے بہت شغف اور لگاؤ تھا اور وہ کسی بھی شخص کو مسند ارشاد اس وقت تک نہیں دیتے تھے جب تک اس کے علمی تفوق کا ان کو یقین نہ ہو جاتا افسوس ہے کہ یہ سب باتیں دانستہ یا نادانستہ طور پر انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا گیا۔"[64]

تہذیبی ارتداد کا مقابلہ

دسویں صدی ہجری میں ہندوستان کا علمی و دینی حلقہ اخلاقی امراض سے دوچار ہو گیا تھا اور علماء دولت پرستی و منصب پسندی، باہمی بغض و عناد، اور عہدہ و منزلت حاصل کرنے میں جاری کشمکش نے مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی حالت کو افسوسناک بنادیا تھا۔ یہ صورتحال اس لئے پیش آئی کہ اس وقت کے علماء بادشاہوں کی کاسہ لیسی میں مصروف عمل ہوتے ہوئے اخلاقی بے راہروی سے دوچار تھے۔ تاہم دین اکبری اور اس تہذیبی ارتداد کے سدباب میں حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) کا کلیدی کردار ہے کہ ان کی اخلاقی و علمی برتری کے سانے سرکاری و درباری علماء سرنگوں ہوئے اور امت نے سکھ کا سانس لیا کہ اب دین کی حفاظت کا خدائے ذوالجلال کے فضل سے مناسب انتظام ہو گیا۔[65]

اتحاد امت کا فارمولہ

اہل حق اور مخلص علماء کرام کی جانب سے اس امر پر گاہے بگاہے غور کیا جاتا رہا ہے کہ دشمنان اسلام کی چیرہ دستیوں سے نبرد آزمائی اور زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے قائدانہ کردار کو فروغ دینے کے لئے فقہی و کلامی اور دیگر فرعی مسائل پر قابو پایا جائے اس سلسلہ میں کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف بھی کی گئی ہیں۔ ذیل میں چند علماء کرام کی جانب سے اتحاد امت کے سلسلہ میں پیش کردہ تجاویز کو پیش کیا جاتا ہے۔

پیغمبرانہ اصول دعوت

علما کرام کی آراء کو پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ انبیاء کے طریق دعوت کو پیش کیا جائے۔ تاہم اس میں اس بات کو ضرور ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ اس سے مراد حکمت و دانشمندی کے ساتھ تعلیمات اسلام کو فروغ دینا بھی ترجیح ہونی چاہیے البتہ اس میں اس بات کی بالکل اجازت نہیں دی جاسکتی کہ لوگوں کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے مداہنت سے کام لیں۔ قرآن کریم کا صریح حکم ہے کہ " اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ "[66] (لوگوں کو دعوت دیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے انداز سے)۔ اسی طرح ارشاد جل شانہ ہے کہ " وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ "[67] (وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں)۔ جبکہ حق بات کے اظہار کا صراحتی حکم قرآن کریم میں نبی اکرمؐ کو دیا گیا کہ " فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ "[68] (جس کا حکم دیا جارہا ہے بیان

کریں اور مشرکین کی مخالفت کو نظر انداز کر دیں)۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ منصوصات اور شریعت میں کسی طرح کی ترمیم یا مخالفت کی کوششوں کو نظر انداز کیا جائے گا اور توحید و سنت کو کماحقہ بیان کیا جائے گا۔

حفاظت عقیدہ و شریعت

علماء اسلام کے کاندھوں پر اہم ذمہ داری یہ ہے کہ معاشرے کے اثرات سے متاثر ہونے کی بجائے مؤثر بنتے ہوئے زمانے کے تھپیڑوں اور ترغیب و ترہیب سے بے خوف ہو کر شریعت اسلامیہ اور عقائد کے بین اصولوں کی حفاظت کا انتظام کریں۔ اسی بات کا حضور اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ "**لا تجتمع امتی علی الضلالة** "[(69)]۔ لہذا علماء اسلام کی یہ کلیدی ذمہ داری ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کو کھول کھول کر عوام الناس پر واضح کریں۔[(70)]

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ

اتحاد امت کے متعلق یہ تجاویز پیش کی ہیں کہ ایک یہ کہ اتحاد کے داعی کو اپنی دعوت پر کامل یقین ہو اور اس کی افادیت پر پختہ اعتماد، دوسرا یہ کہ وہ زیادتی کرنے والا کسی بھی مسلک و جماعت سے ہو اس کو روکا جائے۔ تیسرا یہ کہ ایک مسلک و مکتب دوسرے مسلک و مکتب کے علماء کی بات کو اطمینان قلب اور خندہ پیشانی سے سننے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ چوتھا یہ کہ عظمت رسالت اور تقدس نبوت دین کی بنیاد ہے اس کے متعلق صراحتاً و کنایتاً اہانت پر مبنی عبارات کو حذف کیا جائے، پانچواں نکتہ یہ ہے کہ مسلک و مکتب کے بہی خواہ اپنے ماعدا پر سب و شتم اور الزام تراشی و فتوی بازی سے اجتناب کریں۔ (71)

مولانا عبدالستار خان نیازیؒ

مولانا نے چار نکاتی اتحاد امت کا فارمولہ پیش کیا۔ اول یہ کہ پاکستان کی تمام جماعتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے افکار و نظریات پر متفق ہیں لہذا ان کو اختلافی مسائل میں رہنما تسلیم کرتے ہوئے اختلافات کو حل کیا جائے۔ دوم یہ کہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی چشتی صابریؒ کی عظمت و مرتبہ کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں ان کی کتاب ہفت مسلہ کی روشنی میں اختلافات کو حل کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی کتاب المہند علی المفند جو کہ مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کی کتب حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے جواب میں لکھی گئی پر عمل کیا جائے۔ چہارم یہ کہ اپنے مسلک و مکتب پر عمل کیا جائے اور دوسرے کہ مکتب و مسلک پر اعتراض سے اجتناب کیا جائے۔[(72)]

مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

مفتی صاحب نے اتحاد امت کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے حسب ذیل سفارشات پیش کی ہیں۔

1۔ علماء کرام اپنی جہود کا محور و مرکز ان موضوعات کو بنائیں جن کی طرف قرآن و سنت نے دعوت دی ہے۔ درس و

تدریس اور دیگر سرگرمیوں میں اس پر زیادہ وقت صرف کرنے کا عزم و فیصلہ کریں۔

2۔ نظریاتی و اجتہادی اختلافات کو علمی حلقوں اور تصنیف و تالیف تک محدود رکھا جائے اور ان موضوعات کو جلسہ، جلوسوں اور عامۃ الناس کے مجمع میں بیان کرنے اور سب و شتم اور بے نتیجہ مناظرہ و مناقشہ اور بازاری زبان سے اجتناب کیا جائے۔

3۔ معاشرہ میں فروغ پاتی خرابیوں کی اصلاح کے لئے مشفقانہ لہجہ اختیار کیا جائے۔

4۔ الحاد و بے دینی کے خلاف پیغمبرانہ دعوت اصلاح و ارشاد کو رہنماء بناتے ہوئے مجادلہ حسن کو اختیار کیا جائے۔[73]

خلاصہ کلام

مقالہ ہذا میں میں قرآن و سنت نبویہؐ کی روشنی میں اتحاد امت کی ضرورت و اہمیت اور افادیت اور اس کے تقاضوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جس میں حضورؐ کے ارشادات اور اقوال و اعمال صحابہ کو درج کیا گیا۔ مقالہ میں اختلاف کے اسباب و علاج کو پیش کیا گیا جن میں اختلاف پیدا ہونے کے وجوہ اور اختلاف کے مضمرات کو قرآن کریم اور تعلیمات نبویہؐ کی روشنی میں درج کرنے کے ساتھ علماء کرام کے اقوال کو پیش کیا گیا۔ اور مقالہ میں اتحاد امت میں مدارس اور اہل مدارس کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے اور معاشرے کی اصلاح و ارشاد پیغمبرانہ دعوت کا اسلوب و منہج اور اتحاد و اتفاق کی سبیل کو قائم رکھنے کے لئے علماء کرام کی جانب سے پیش کردہ فارمولہ اتحاد کو بھی درج کر دیا گیا ہے۔

اس مقالہ میں یہ بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ امت مسلمہ اپنے اجتہادی و فقہی اور کلامی اختلافات کی موجودگی کے باوجود باہم متحد و متفق رہ سکتے ہیں بس اس کے لئے عزم و ارادہ کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ضروری ہے کہ امت کے افراد ذاتی اغراض و مقاصد، مفادات، جہالت اور حب مال و جاہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے قرآن و سنت کے بین رہنما اصولوں کو اختیار کر کے وحدت کی لڑی میں جڑ جائیں اور خود اپنے مسلک پر عمل کرنے کے ساتھ دوسرے مسلک کے افراد کا احترام دل سے نہ نکالیں اور اگر مسلمان اپنی ساری صلاحیتوں کو دشمنان اسلام کفر، الحاد اور زندقہ اور اباحیت و بد عملی کے خلاف صرف کرنا شروع کر دیں تو ان کو اختلافات فرعی میں الجھنے کی فرصت ہی نہیں مل پائے گی۔ اخلاص و رضا خداوندی کو حاصل کرنے کے لئے اپنے قلم و زبان کو جنبش دیں جس کی بدولت امت مسلمہ اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے میں کامیاب ہو پائے گی۔

نتائج و سفارشات

پاکستان میں بسنے والے شہریوں میں اتحاد و اتفاق کو پیدا کرنے کے لئے چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ انسانیت، اسلامیت اور پاکستانیت کو اپنا شعار بنائیں کہ کوئی انسان کسی بھی مذہب، مسلک سے وابستہ ہے تو رہے مگر بحیثیت انسان اور پاکستانی اس کو عزت و احترام سے نوازا جائے۔

2۔ معاشرہ میں دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام از حد ضروری ہے کہ اس کے بغیر اتحاد و اتفاق کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں مساجد و مدارس اپنا کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ (74)

3۔ علمی و فکری اختلاف پر مبنی امور کو عوامی اجتماعات میں بیان کرنے سے احتراز کیا جائے۔

4۔ وحدت تعلیم کے تصور کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جبھی مسلم نوجوان دین و دنیا دونوں میں سماج کی حقیقی رہنمائی کرنے کے قابل ہونگے۔ (75)

5۔ دین کی دعوت دینے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم خو رویہ اور بہترین اسلوب سے دین کی دعوت کو پیش۔

6۔ علماء دین ہی قرآن حکیم اور حضور نبی رحمتؐ کی شریعت مطہرہ کے امین و محافظ اور داعی ہیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے انہیں کردار ادا کرنا ہے اور یہ ایک ایسا نصب العین اور مقصد ہے جو ان کو ہر سطح کی سیاسی و معاشی اور معاشرتی فکر سے بالاتر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ (76)

7۔ اہل مدارس کو دینی تعلیم حاصل کرتے وقت بے نیتی و بدنیتی سے احتراز کرنا چاہئے، ان میں علم دین حاصل کر کے پیسہ کمانے یا خود نمائی و برتری کرنے کا خیال تصور میں آنا عبث معلوم ہوتا ہے تاہم بے نیتی کا چہار سو دور دورہ ہے، بحث و مباحثہ اور مناظروں میں وقت کا ضائع کیا جاتا ہے جس میں مقصدیت مفقود ہوتی ہے۔ (77)

8۔ متعلقین مدارس اور اہل علم کو معاشرہ پر یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ معاشرہ سے کسی بدلہ کے طلبگار نہیں اور جو بھی بات کر رہے ہیں اس میں لوگوں ہی کا فائدہ مضمر ہے، اسی طرح علوم عالیہ و آلیہ میں اپنا تفوق و امتیاز ثابت کر دیں۔ (78)

9۔ مسلم نوجوانوں پر لازم ہے کہ وہ قانون کا احترام، احساس ذمہ داری اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کریں اسی کی بدولت معاشرے کی تعمیر و ترقی اور مستقبل ہو گی۔ (79)

10۔ اہل مدارس اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دیں کہ انسانی سماج کو فکری و نظری، تعلیمی و تہذیبی، ثقافت و کلچر کے لحاظ سے جن منکرات، بدعات و خرافات، اور رسوم و رواج کے حملوں کا سامنا ہے ان کو مٹانے کے لئے اپنی جدوجہد صرف کرنا ہو گی۔

حواشی و حوالہ جات

[1]۔ حدیث پاکستان، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی، 1979ء، ص، 26

[2]۔ سورۃ الحجرات: 13/49

[3]۔ شعب الایمان، ابو بکر بن احمد حسین بیہقی، 5137

[4]۔ سورۃ آل عمران: 103/3

[5]۔ سورۃ الانبیاء: 21/92

[6]۔ سورۃ الحجرات: 49/9

[7]۔ سورۃ الحجرات: 49/10

[8]۔ سورۃ الانفال: 8/46

[9]۔ سورۃ الحج: 22/87

[10]۔ سورۃ المائدۃ: 5/2

[11]۔ سورۃ المائدۃ: 5/7

[12]۔ سنن نسائی، احمد بن شعیب نسائی، حدیث نمبر 8864

[13]۔ صحیح مسلم، مسلم بن حجاج قشیری نیشابوری، حدیث نمبر 1661

[14]۔ رسول خدا کا طریق تربیت، مولانا سراج الدین ندوی، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور، 2017ء ص 67

[15]۔ جامع بیان العلم، یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی

[16]۔ حالات کا نیا رخ اور علماء و دانشور طبقہ کی ذمہ داریاں، سید ابو الحسن علی ندوی، علامہ ابو الحسن علی ندوی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ علی گڑھ انڈیا، 2014، ص، 10

[17]۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، مسلمان کی مسلمان سے حفاظت و سلامتی، حدیث نمبر 10

[18]۔ صحیح بخاری، باب انسانوں پر رحمت، حدیث نمبر 6026

[19]۔ صحیح مسلم، باب جنت میں داخل مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہو گا، حدیث نمبر 54

[20]۔ صحیح مسلم، مسلمان پر ظلم کرنا حرام، حدیث نمبر 2564

[21]۔ سورۃ السجدہ: 32/13

[22]۔ وحدت امت، مفتی محمد شفیع عثمانی، ص 11

[23]۔ وحدت امت، ص 64-63

[24]۔ سورۃ الحجرات: 49/6

25۔ سورۃ الزمر، 39/9

26۔ سورۃ فاطر۔ 35/28

27۔ سورۃ العنکبوت، 29/43

28۔ مدارس اسلامیہ، ص 55 تا 57

[29]۔ سورۃ الفرقان: 25/63

[30]۔ سورۃ الانعام؛ 6/108

[31]۔ سورۃ البقرہ: 2/206

[32]۔ امت مسلمہ کا عروج و زوال، پروفیسر حبیب اللہ چشتی، ضیاء القرآن پبلی کیشن، 2015ء، ص 109

33۔ سنن کبریٰ نسائی، اَحمد بن شعیب بن علی خراسانی نسائی، حدیث نمبر: 8813

34۔ تحفہ پاکستان، ص76

35۔ تحفہ پاکستان، 70۔72

36۔ پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، مولانا مناظر احسن گیلانی، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص237-238

[37]۔ امت مسلمہ کا عروج وزوال، ص112

38۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4128

39۔ دعوت فکر و عمل، 89-86

[40]۔ اسلامی بیداری، سید ابوالحسن علی ندوی، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2005ء، ص19-18

[41]۔ سورۃ البقرہ: 2/207

[42]۔ وحدت امت، 40-39

[43]۔ وحدت امت، ص، 41

[44]۔ علماء کرام اور ان کی ذمہ داریاں، مولانا نجم الحسن تھانوی، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 2007ء، ص13

[45]۔ رسول اکرمؐ کا طریق تربیت، ص70

[46]۔ وحدت امت، ص57

47۔ تحفہ پاکستان، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، پاکستان، ص68-69

48۔ دعوت فکر و عمل، 89-91

49۔ سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی ابن ماجہ، حدیث نمبر: 61

50۔ سنن ترمذی، حدیث نمبر: 2649

51۔ مدارس اسلامیہ، ص59-62

52۔ سورۃ النساء، 4/135

53۔ علماء کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی، ص36 تا39

54۔ مسند امام احمد بن حنبل، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل، حدیث، 15596

55۔ علماء کا مقام، ص41

56۔ سورۃ المائدہ، 5/3

57۔ الاعتصام، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد شاطبی، دوسرا باب، دار ابن عفان، ص: 1/64-64

58۔ سنن الصغری نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی، حدیث نمبر: 1578

59۔ علماء کا مقام، ص33

60۔ سورۃ الحجرات، 49/6

61۔ مسند بن جعد، علی بن جعد بن عبید جوہری بغدادی، حدیث نمبر 627

62۔ علماء کا مقام، 60

63۔ یادایام بعنوان تاریخ گجرات

64۔ دعوت فکر و عمل، 175

65۔ تاریخ دعوت وعزیمت، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی، پاکستان، جلد4، ص92 تا101

66۔ سورۃ النحل، 16/125

67۔ سورۃ القلم، 68/9

68۔ سورۃ الحجر 15/94

69۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر3950

70۔ تحفہ دکن، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام۔ لکھنو، پہلی اشاعت۔ 1403ھ/1983ء، ص42-43

[71]۔ امت مسلمہ کا عروج وزوال، ص116

[72]۔ ایضاً، 117-118

[73]۔ وحدت امت، ص56-55

74۔ مدارس اسلامیہ، 124 تا131

75۔ ہمارا نصاب تعلیم کیا ہو؟ ص117-118

76۔ مدارس اسلامیہ، ص30-34

77۔ طالبان علوم نبوت، حصہ دوم، ص49-50

78۔ پاجا سراغ زندگی، ص161-173

79۔ تحفہ پاکستان، ص58-64